بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

کسی ادیب کا ادبی اصول وقواعد کے التزام سے خود کو ماورا سمجھنا اسکے ذہن وفکر کی کجی کا نتیجہ ہے اور کسی شاعر کا شعر وسخن کے وضعی پیمانوں اور استناد کے جانے بوجھے معیاروں کی وساطت کے بغیر اور علمِ عروض کی منت پذیریوں سے یکسر دامن کشاں رہ کر عمدہ شعر کہنے کا دعویٰ بے دلیل ہے۔ اسی طرح ایک ناقد کو یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہیکہ وہ جس شخص کے خیالات وافکار کا جائزہ لے رہا ہے اور انہیں تنقید واحتساب کا ہدف بنا رہا ہے وہ کس دور میں پیدا ہوا ہے، کس تہذیبی روایات کے درمیان اس نے پرورش پائی ہے اور انکے مقتضیات کیا تھے۔ ہر ادیب ومقادب کا ادب، ہر شاعر کا شعر اور ہر فنکار کا فن تنقید کے ایک خاص نہج کا طالب ہوتا ہے اور دورانِ تنقید ناقد کا اندازِ نظر معاندانہ اور ہجویہ ہو تو ایسی تنقید تخریبی ہو جاتی ہے۔ اس میدان میں نہ استبدادیت کی گنجائش ہے نہ انانیت کی، بلکہ حقانیت کی ضرورت ہے۔ تنقید ہو مگر متقید بہ حق ہو نیز تنقید کے باب میں ہر جگہ نام نہاد مابعد جدیدیت یا مابعد وضعیات (بعض لوگوں کے الفاظ میں پس ساختیات) کے اصولوں یا تنقید کے تقنین متفرنجانہ کا مقلدِ اعمیٰ ہونا ناقد کے فکر ونظر کی ناستواری وناہمواری کی دلیل ہے۔

جرح وتنقید فنی ارتقاء وتقدم کا ضروری اقتضاء ہے۔ جرح وتنقید ہی تخلیقی ادب کے سکون وجمود کو حرکت و عملیت عطا کرتی ہے۔ اسی سے ادب کے کاخہائے شامخہ کی تعمیر ہوتی ہے۔ جہانِ تنقید واحتساب میں ایک ممتاز ونمایاں نام ڈاکٹر عبدالمغنی کا ہے۔ موصوف نے اُردو تنقید کو ایک نیا نقطۂ نظر دیا ہے۔ انہوں نے تنقید کو افراط وتفریط سے ہٹا کر جادۂ اعتدال پر لانے کی بڑی اچھی کوشش کی ہے۔ جدید اُردو تنقید میں وہ اعلیٰ معیار واقدار کے نمائندہ اور نقیب رہے ہیں۔ اقبالؔ کے فکروفن کے باب میں انہوں نے پروفیسر کلیم احمد کے اندازِ نظر کا تحلیل وتجزیہ کر کے جلوۂ ادبِ فرنگ سے انکی محکومانہ خیرگی کو جس طرح نمایاں کیا ہے وہ انکی صحتِ فکر ونظر کا آئینہ دار ہے۔ اسی نگارستانِ تنقید واحتساب میں ایک نمایاں نقاش کا نام ڈاکٹر اشفاق انجم ہے جنکے موئے قلم کی نادرہ کاریوں نے الفاظ کی زلفِ پریشاں کو سلجھانے اور تعبیر کے رخِ زیبا کو سنوارنے اور معانی کی عروسِ دلربا کے سرکتے ہوئے آنچل کو بحال کرنے میں جس مہارت کا ثبوت دیا ہے وہ انہیں کا

حصہ ہے۔ سخن دانی، سخن فہمی، سخن سنجی اور نقد ونظر کے باب میں انکا مطالعہ بیحد وسیع وعمیق ہے۔ ادب میں خطا وصواب وضوح وتعقد، صحت ولغزش کے درمیان خطِ امتیاز کھینچنے میں انکا اشہبِ قلم جادۂ مستقیم سے ہٹنے نہیں پاتا۔ شعر میں غلطی کہاں ہے اسکی نشاندہی کیساتھ ساتھ ایک ماہر مہندس کی طرح وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اسمیں استواری اور محکمی کی مقدار کس درجہ ہے۔

ان کے منہاجِ قلم کی بوقلمونیوں کا حال یہ ہیکہ شعراء جن اشعار کو بصد ناز وطنطنہ پیش کر کے داد وتحسین وصول کرتے ہیں ان پر ایسی موزوں اور برمحل گرفت کرتے ہیں کہ ایک آشنائے فن پر وجد کی کیفیت طاری ہو جائے اور عقل واندیشہ کی براقیوں سے بہرہ مند شخص دوسرے ہی لمحہ یہ فیصلہ کر دے کہ پیش کردہ شعر درخورِ اعتناء نہیں اور ایک عامی ظلمت خطا کی تحیّر زائیوں سے نکل کر صواب کے حصارِ متین میں پہنچ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر عزم شاکری کے مندرجہ ذیل شعر پر انجم صاحب کا یہ تبصرہ شعور ووجدان کو کس قدر اہتزاز بخشتا ہے۔

سبھی غم مقتدی بن کر کھڑے ہیں — مرے آنسو امامت کر رہے ہیں

انجم صاحب فرماتے ہیں کہ اس شعر میں دو بنیادی قباحتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آنسو مرئی ہیں اور غم غیر مرئی۔ تو غیر مرئی کا امام مرئی کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسری قباحت یہ ہیکہ امام ایک ہوتا ہے۔ مذکورہ شعر میں امام کئی ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر انجم صاحب کا ادبی مطالعہ بیحد وسیع وعمیق ہے۔ وہ فکرِ بلند کیساتھ صحتِ فکر کے بھی حامل ہیں۔ الفاظ ومعانی، مدلولات ومسمیات پر تحلیل وتجزیہ کی ضربوں کے پہلو بہ پہلو فکر ونظر کے ایسے انمول موتیوں اور جواہر پاروں کو پیش کرتے چلے جاتے ہیں جن سے قارئین کے ذوقِ ادب کی تواضع بھی ہوتی ہے اور یہ حقیقت کھل کر نظر وبصر کیسامنے آجاتی ہے کہ فکروادراک کے ٹھیک ٹھیک سانچے کونسے ہیں، انہوں نے کشودِ معانی اور تشریحِ حقائق کے سلسلے میں بصیرت ودانش کی ضیا افروزیوں اور غور وتفحص کی صلاحیتوں سے خوب خوب استفادہ کیا ہے۔ وہ سوز وساز کا ایک خموش دریا، ایک صاحبِ فکرِ عمیق اور اولیاء کرام کے واقعات وقصص کی قاموس ہیں۔

انجم صاحب کا عقیدہ یہ ہیکہ عروسِ شاعری کے رخ پر غازہ مالی میں ادنیٰ بے احتیاطی شعر کی رعنائی، دلکشی، شوخی وتازگی کو متاثر کر دیتی ہے لہٰذا ہر ایرا غیرا اقلیمِ شعروادب میں قدم رکھنے کا اہل نہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ادب کی حقیقت نری لفاظی یا نقاشی یا الفاظ وہیئیات کی صنعت گری نہیں۔ یہ صورتِ ادب تو ہے مگر ادب نہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اقلیمِ ادب میں قدم رکھنے کا مقصد اعلائے حق ہو اعلائے نفس نہیں۔

ڈاکٹر اشفاق انجم نے زیرِ نظر اپنے تنقیدی مضامین کے مجموعے کا نام "پس نوشت" رکھا ہے۔ درحقیقت یہ صداقت کے تولنے اور فکری پسماندگی کو جاننے کیلئے ایک قسطاسِ مستقیم ہے۔ اس محاسبے میں انہوں نے جس جدت طرازی، عمق فکر وفنی ژرف نگاہی کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی مثال خود آپ ہے۔

یہ مجموعہ ادب کے نام پر فکری بے قیدیوں اور آزادروشی کیلئے عنان تقویم واصلاح ہے۔ میرا خیال ہیکہ "پس نوشت" کو معالم طریق قرار دے کر تنقید ومحاسبہ کے اس اسلوب کو آگے بڑھایا جائے۔ اس سے صاف وشفاف ادب سے شغف رکھنے والے قارئین کی صلاحیتوں کو ایک لطیف اشتعالک ملے گی۔ یہ مجموعہ شعر وادب کے مستقبل کیلئے نئی وسعتوں اور نئے امکانات کی نوید ہے اور ہمارے ذہنی میلانات کیلئے ایک نیا افق اور عالم شعروادب کے مطلع پر ایک صبحِ سعادت ہے۔

اس کتاب میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ اشعار کے لفظی حسن وقبح اور معنوی محاسن ومعائب کی جو توضیح کی ہے اور مبتدعانہ تراکیب اور منحرف خیالات وافکار جو ادبی فکر وروح کے یکسر منافی ہیں ان پر ایسی گرفت کی ہیکہ یقیناً اس سے فکر وتعمق کی صلاحیتیں چمکتی ہیں اور ادبی شوقِ فزوں کو مہمیز ملتی ہے اور یہ اندازہ ہو جاتا ہیکہ ایک قاری کیلئے ڈاکٹر اشفاق انجم کی اس سعی نے عقلی وفکری ثروت کا کس قدر سامان بہم پہنچایا ہے اور اس حقیقت سے کون آگاہ نہیں کہ شاعر کو اپنے کلام میں بلندیٔ مضمون اور ندرتِ بیان کے مقابلے میں لفظوں کو برتنے کا سلیقہ نہ آتا ہو تو اچھے سے اچھا مضمون بھی بے لطف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شاعر کیلئے ضروری ہیکہ وہ بنیادی تین چیزوں کا خاص خیال رکھے۔

اوّل: متروکات، جن میں (۱) متروکاتِ قدیم (۲) متروکاتِ معروف (۳) متروکاتِ جائز (۴) متروکاتِ بیجا اور (۵) قابلِ ترک ہیں۔

دوم: معائب، جن میں (۱) عیبِ تنافر (۲) تکرارِ الفاظ (قبیح) (۳) ہائے مختفی کے بجائے الف کا استعمال (۴) تعقیدِ لفظی (۵) حذفِ حروف (۶) حروف کا دب کر نکلنا (۷) واؤ کا دب کر نکلنا (۸) الف کا دب کر نکلنا (۹) نقصِ روانی عمومی (۱۰) نقصِ روانی خصوصی (۱۱) تشدیدیائے معروف بہ حالت اضافت (۱۲) واؤ معروف اور واؤ مجہول کا قافیہ (۱۳) فارسی تراکیب میں "ن" کا اعلان یا اسکے برعکس (۱۴) اُردو الفاظ کیساتھ فارسی اضافت (۱۵) ضلع جگت کی بے لطفی (۱۶) شترگربہ (۱۷) الفاظ مخصوص بہ مرداں وزناں (۱۸) توالیٔ اضافات (۱۹) استعمالِ صفت بجائے موصوف بغیر حرفِ اشارہ (۲۰) واؤ عطف کے بجائے اور کا استعمال یا اسکے برعکس (۲۱) ابہام واشکالِ مضمون

(۲۲) غیر شاعرانہ الفاظ کا استعمال (۲۳) سقوطِ حرف (۲۴) شکستِ ناروا (۲۵) ایطائے جلی (۲۶) غلط العوام (۲۷) حشو (۲۸) ذومعنی مشتقاتِ مصدر کا استعمال (۲۹) زیادتی زحاف یا رکن (۳۰) قافیہ ن وط وغیرہ (۳۱) کے سے کی جگہ ایسے (۳۲) ہی حرف حصر کا غلط استعمال (۳۳) بعض الفاظ کا استعمال بلا اضافت (۳۴) بے پردگی وسخافتِ مضمون

سوم: محاسن، جن میں (۱) تکرارِ الفاظ حسین (۲) صدقِ محاورہ (۳) ترجمہ محاورۂ فارسی (۴) شوخیٔ کلام ورندیٔ مضمون (۵) تازگیٔ بیان وندرتِ مضمون (۶) حسنِ ترکیب، خوبیٔ استعارہ ولطفِ تشبیہہ (۷) حسنِ استعمال الفاظ جمع (۸) معاملہ بندی، واقعہ گذاری وجذبہ نگاری (۹) مطابقتِ الفاظ ومضمون (۱۰) نقلِ قول کی تازگی (۱۱) کنایہ (۱۲) سوز وگداز (۱۳) مصرعوں کا تقابل اور الفاظ کا الٹ پھیر (۱۴) پسندیدگیٔ جملۂ انشائیہ بہ مقابلہ جملۂ خبریہ (۱۵) تعددِ الفاظ وفقراتِ موزوں (۱۶) سہل ممتنع

اخیر میں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر اشفاق انجم پر یہ الزام ہیکہ انہیں دوسرے شعراء وادباء کے عیوب پر نظر رکھنے کی عادت ہے اور وہ اس سلسلے میں انتہائی تشدد اور خشونت سے کام لیتے ہیں ہمارے نزدیک یہ الزام غلط اور بے بنیاد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی شاعر کے کسی شعر پر تنقید کرتا ہے اور اسے سقیم ومشکوک قرار دیتا ہے اور وہ اپنی اس تنقید میں مبنی برحق ہونے پر مستحکم دلائل رکھتا ہے تو یقیناً ایسا شخص تقدم پسند اور فکر ودانش کے قافلے کو آگے بڑھانے والا ہے۔

ویسے بھی اگر کسی نے کسی سرجن کے نشترِ براں کی بدمزگی سے لطف وذوق کا مطالبہ کیا ہے تو یقیناً ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب کی خشونت اور تشدد کو موردِ الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

حافظ جلال الدین القاسمی
(ایم اے، میسور یونیورسٹی)

تفتیشِ متفرق تجاہل ؟

مالیگاؤں سے ایک تازہ وارد رسالہ ملا جو اپنے تنقید موسوم و متخلص بہ علامہ پروفیسر ڈاکٹر اشفاق انجم کے مجموعۂ رشحاتِ قلم بعنوان "البسِ نوشت" کے متن و مواد پر خامہ فرسائی سے پہلے اس کے انتساب پا در رکاب ہے۔ چند معروضات پیش ہیں جس میں کسی مولانا حافظ جلال الدین قاسمی کو ممدوح بنا کر بتایا گیا ہے کہ کتاب کی حوصلہ افزائی اور تحریک سے یہ کتاب "منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے"۔ ظاہر ہے کہ یہ انتساب مصنف کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے جنھوں نے اپنی ہی تصنیف کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ کتاب "منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے"۔ کیا یہ صحیح ہے کہ "اپنی چیز کے منظرِ عام پر آنے یا لائے جانے کے واقعے کو "جلوہ گر ہونے" کے ترفع سے مرفوع کیا جائے؟ ایسا کوئی اور کہتا کہ "البسِ نوشت" فضائے تنقید پر جلوہ گر ہوئی تو درست ہوتا۔ آپ اپنی چیز دکھا کر نہیں کہہ سکتے کہ میں اسے جلوہ گر کر رہا ہوں۔ کسی کے حسنِ کرشمہ ساز کو ہر وقت یہ چھوٹ نہیں دی جا سکتی ہے کہ جو جی میں آئے کرتا رہے۔

اس نامناسب عمل کے بعد ملاحظہ فرمائیں کہ جس مولانا موصوف کے نام کتاب کا انتساب ہے، انھی حضرت کی میمنت سے اپنی کتاب کا پیش لفظ بھی لکھوایا جا رہا ہے۔ سوال اٹھتا ہے کہ انتساب پیش لفظ کا صلہ ہے کہ پیش لفظ انتساب کا؟ میسور یونیورسٹی سے ایم اے (معلوم نہیں ان کا موضوع کیا ہے) کی سند پائے ہوئے مولانا قاسمی کی تحریر عربی فارسی لفظوں اور ترکیبوں سے اتنی بوجھل ہے کہ بہت سے مقامات پر ان کے جملے لا تسہیلی کے المیے کا شکار ہو گئے ہیں۔ کسی قدر شاعرانہ نثر سے مملو لیکن واقعتہً یکسر غلط خیال کا اظہار کرنے والا ایک جملہ ملاحظہ فرمائیں:

علمِ عروض کی منت پذیریوں سے یکسر دامن کشاں
رہ کر عمدہ شعر کہنے کا دعویٰ بے دلیل ہے۔

عروض ہے کہ کسی بھی علم کے حصول کا طالب اس علم کی منت پذیری سے

(۲)

دامن کشاں نہیں ہوتا البتہ ایسا سلوک وہ عالم سے کر سکتا ہے۔ آپ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ عروض کا علم رکھے بغیر عمدہ شعر کوئی نہیں کہہ سکتا لیکن آپ کا یہ فتویٰ یکسر باد در ہوا ہے۔ اردو کے آدھے سے زیادہ شاعر ہر زمانے میں اس علم سے بے بہرہ بلکہ بے پروا رہ کر بہت اچھے اشعار کہتے رہے اور کہتے ہیں۔

محولہ جملے کے بعد قاسمی نے ایک ناقد کے تعمل کے لیے چند کڑی شرطیں پیش کی ہیں ما حصل آسان زبان میں یہاں لکھا جاتا ہے کہ ناقد کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس پر تنقید لکھ رہا ہے اس شخص یا فنکار کے دور، اس کی تہذیبی روایات اور اس کے تقاضوں سے باخبر ہو۔ مگر یہ شرطیں گنانے میں انھوں نے اپنے جملوں میں کئی غلطیاں کی ہیں (۱) "کس تہذیبی روایات" کے فقرے میں تعداد کی فاش غلطی ہے حرف استفہام "کس" واحد ہے، اس کے لیے "روایات" جمع لانا غلط ہے (۲) یہ فقرہ "دو روش پائی ہے" یعنی زمانۂ حال پر ختم ہوتا ہے جیسے "ان کے مقتضیات کا لکھنے" سے جوڑ دیا ہے جو ماضی ہے (۳) "اس کے تقاضوں" سے واضح نہیں ہوتا کہ کس کے تقاضے: فنکار کے / تہذیب کے / یا تنقید کے؟ کہتے ہیں:

"فنکار کا فن تنقید کے ایک خاص نہج کا طالب ہوتا ہے"

لفظ "نہج" اردو میں مؤنث ہے (عربی میں یہ مذکر ہو تو ہو) اس لیے جملے میں "تنقید کی ایک خاص نہج" لکھنا چاہیے تھا اوپر دیے گئے جملے کی ابتدا میں ایک قطعی نامانوس / غیر مستعمل / عجیب و غریب لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی "ادیب و متقلد(?) ۳ " فقرے میں لفظ "متقادب" (پتا نہیں دال پر کون سی حرکت ہے) اسی طرح "استبدادیت اور عجلیت" لسانی بربریت کی مثالیں ہیں۔ "استبداد اور عجل" اپنی جگہ مکمل معنی رکھنے والے عام الفاظ ہیں، ان میں "یت" کا لاحقہ جوڑ کر موصوف ایک مابعد جدید نقاد کے پیرو بن گئے ہیں جو "یت / یات" کے اضافے کے لیے بدنام ہے (اس نقاد کا نام شاید آپ کے ممدوح کو بھی کہ آپ بھی ممدوح ہیں، معلوم ہو) اسی "یت" کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے

کہ آپ مابعد جدیدیت یا مابعد وضعیات یا لسانیات جیسی جناتی تنقیدی اصطلاحوں سے کبھی واقفیت رکھتے ہیں مگر یقین ہے کہ یہ آپ نے کہیں سے سن لی ہوں گی، تبھی انھیں آپ نے نام نہاد کی صفت سے متصف فرمایا ہے۔ ویسے "تنقید کے تقنین متفرنجانہ کا مقلد اعمی ہونا" جیسی زبان لکھنے والا انکی نام نہاد اصطلاحوں میں سے ایک ایسی اصطلاح کے پاس ضرور پہنچا ہوا لگتا ہے جس کا ذکر حضرت مصنف نے نہیں کیا یعنی ڈی کنسٹرکشن (کیا آپ نے یہ اصطلاح سنی ہے؟) خیر، یہاں اس قسم کی اصطلاحات سے کیا لینا دینا، اشارہ صرف مولانا کے محولہ فقرے کی طرف مقصود تھا، اردو میں جس کی لغویات کے وجود کو وہ خود بھی ثابت نہیں کر سکے، خاص طور سے "تقنین متفرنجانہ" کو۔ اپنے ذخیرۂ الفاظ سے منتخب ایسے نادرہ کار الفاظ کا استعمال واضح کرتا ہے کہ آپ صرف اور صرف اپنی علمیت کا اظہار و اعلان کرنا چاہتے ہیں۔

جس لفظ کے دوسرے پیراگراف میں پتا نہیں کیوں مولانا نے ادب اسلامی کے ایک نقاد مرحوم ڈاکٹر عبد المغنی کا گن گان شروع کر دیا ہے اور ان کے اور کلیم الدین احمد کے لیے قواعدی لحاظ سے نہایت غلط ضمیریں استعمال کی ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

> اقبال کے فکر و فن کے باب میں انھوں نے پروفیسر کلیم الدین احمد کے انداز نظر کا تحلیل و تجزیہ کر کے جلوۂ ادب فرنگ سے ان کی محکومانہ ذہنیت کو جس طرح نمایاں کیا ہے، وہ ان کی صحت فکر و نظر کا آئینہ دار ہے۔

قطع نظر اس سے کہ انداز نظر کا تحلیل و تجزیہ تنقید کا مقصد نہیں ہوتا، اس جملے میں "انھوں نے، ان کی، ان کی" کی ضمیروں سے جن شخصوں کی طرف اشارے کیے ہیں، وہ غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ علامہ مصنف کی نگاہ عمیق بیں وہاں تک نہیں پہنچ سکی۔ مبصر کے لیے بالکل ممکن اور آسان ہے کہ ان ضمیروں کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دے لیکن وہ اس لیے یہاں صرف نظر کا میلان رکھتا ہے کہ ایم اے میسور یونیورسٹی اور پی ایچ ڈی گجرات یونیورسٹی خود اس طرف متوجہ ہوں۔

"نگارستان تنقید و احتساب" کے صرف دو "نگاروں" عبد المغنی اور کلیم الدین پر بڑی کد و کاوش کے بعد دو جملے لکھ کر مولانا ایک اور نگار اشفاق انجم کا نام بتاتے ہوئے ان کی تنقیدی سرگرمیوں کے تعلق سے بالکل جھوٹی تعریفیں کر دیتے ہیں کہ ان کے قلم کی نادرہ کاریوں نے الفاظ کی زلف پر ان کے سلیقے نے لو کے رخ زیبا ک

سنوارنے اور معانی کی عروس دلربا کے سر سے ڈھلکے آنچل کو بحال کرنے میں جس مہارت کا ثبوت دیا ہے، وہ انھی کا حصہ ہے۔

ڈاکٹر اشفاق انجم بھلے ہی شاعر ہوں، محقق ہوں، مورخ ہوں کہ مبصر وہ ناقد (کسی بھی درجے کے) بہرحال نہیں ہیں۔ انھوں نے قاسمی کے خیال کے مطابق الفاظ اور تعبیر اور معانی کے شعبوں میں کوئی نادرہ کاری نہیں دکھائی ہے (بلکہ کچھ بھی نہیں لکھا ہے) ڈاکٹر عبد المغنی اور پروفیسر کلیم الدین احمد کے نگارستان تنقید و احتساب کو ملحوظ رکھیں تو اشفاق انجم کا اس نگارستان میں تو ابھی گزر ہی نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ شاعری اور تحقیق اور تاریخ اور وظیفہ وغیرہ شعبوں میں انھوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے ہوں، ان کا ایک بھی تنقیدی مضمون (مقالہ تو بڑی چیز ہوتا ہے) کبھی بصارت نواز نہیں ہوا (بلکہ کہنا چاہیے کہ جلوہ گر نہیں ہوا) "ولیس نوشت" بھی کوئی تنقیدی تصنیف نہیں ہے (امید ہے "تنقیدی تصنیف" کے مفہوم سے مولانا واقفیت رکھتے ہوں گے) قاسمی نے نثر میں مصنف موصوف کا قصیدہ لکھا ہے اور قصیدے میں جس طرح جھوٹی باتیں ممدوح کے سر منڈھ دی جاتی ہیں، وہی بیان "حسن لفظ" میں بھی نظر آتا ہے۔ لفاظی بھی جھوٹ کا ایک طرز ہے۔ کہتے ہیں:

> سخن دانی، سخن فہمی، سخن سنجی اور نقد و نظر کے باب میں ان کا (یعنی انجم صاحب کا) مطالعہ بے حد وسیع و عمیق ہے

سخن دانی / فہمی / سنجی کی یہ تکرار الفاظ کا ضیاع ہے۔ پھر "نقد" میں وسیع و عمیق مطالعہ تو ممکن ہے، "نظر" میں کسی طرح کا مطالعہ صرف ماہر امراض چشم ہی کر سکتا ہے اور اشفاق انجم اس پیشے کے ڈاکٹر نہیں۔ ان کی تنقیدی صلاحیتوں کا بکھان کرتے ہوئے "حسن لفظ" کے محرر کہتے ہیں:

> شعر میں پائی جانے والی غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے وہ یعنی اشفاق انجم بتاتے ہیں کہ اس میں استواری اور کجی کی مقدار کس درجہ ہے

یہاں "کس درجہ ہے" کہنا غلط ہے، "کس درجے کی ہے" کہنا چاہیے تھا۔ لیکن کوئی بتائے کہ یہ استواری اور کجی کی مقدار کیا ہوتی ہے؟ ارے، استواری اور کجی کچھ دودھ پانی تیل وغیرہ نہیں کہ ان کو لیٹر کے پیمانے سے ناپا جا سکے۔ "حسن لفظ" نگار بیچارہ، تاثراتی زبان کا مارا، اسے معلوم نہیں ہے کہ ایسی زبان میں کسی بھی قسم کی

تنقیدی، تعزاتی، جیسی لفظی تحریر کے وقت تحریر کی جذباتیت کیسے کیسوں کو لے ہی ڈوبتی ہے۔

"منہاج قلم" ایک ترکیب ہے جو موصوف نے استعمال کی ہے۔ اگر قلم کو مجازاً تحریر کے معنوں میں لیں تو کسی ادیب کے لکھنے کا طریقہ یا اسلوب اس ترکیب کے معنی لیے جا سکتے ہیں لیکن "منہاج قلم کی بوقلمونی" جیسی املی ترکیب سے ایک تاثراتی "ساختیہ" بنا دی ہے (امید ہے کہ پڑھنے والے حضرات لفظ "ساختیہ" سے واقف ہوں گے) اور ایم اے میسور یونیورسٹی کو معلوم نہیں کہ اسلوب اگر بوقلموں ہو تو اس کی دو کوڑی قیمت نہیں ہوتی۔ اگر ان کے ممدوح کا اسلوب بوقلموں ہے تو اس پر اترانا بے فائدہ بلکہ یہ انجم صاحب سے مذاق کے مترادف ہے۔ ایسی ہی اور ترکیبیں (ظلمت خفا کی تحریر آئیاں / صوابیت کا حصار متین / مدلولات و مسلمات / سوز و ساز کا خروش دریا / تازہ مالی وغیرہ وغیرہ) محض تاثراتی اختراع پسندی کی غمازی ہیں اور معنی سے کوئی سروکار نہیں رکھتیں۔

اگرچہ پیش لفظ کے مطابق اشفاق انجم اقلیم ادب میں قدم رکھنے کا مقصد اعلائے نفس کو نہیں، اعلائے حق کو قرار دیتے ہیں مگر خود اس تاثراتی تحریر کے تحریر کا مقصد اعلائے نفس کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا۔ (ہم ان کی لفاظی / لسانی اور مغلق بیانی دیکھ ہی رہے ہیں) ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اپنی مثال خود آپ ہے"

کیا اشفاق انجم کو اس "خود آپ" میں ایک لفظ زائد نظر نہیں آتا! فرماتے ہیں کہ یہ مجموعہ ادب کے نام پر پھکڑپن، بے قیدیوں اور آزادروی کے لیے مثال تقویم و اصلاح ہے۔

خیر اپنی طرف سے تو آپ کسی بھی حیثیت کی تصنیف کو کسی بھی حیثیت کی حامل قرار دے سکتے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کتاب پڑھے بغیر ہی پیش لفظ لکھ مارا ہے جناب۔ ایک کتاب جو صرف سو دو سو اشعار میں معمولی غلطیوں کی نشاندہی کرنے والی ہو، اسے پورے ادب (جو ماضی و حال تک پھیلا ہوا بھی ہو) کا "معالم طریق" کس طرح قرار نہیں دیا جا سکتا کیا "پس نوشت" میں زیر تنقید آنے والے اشعار ہی پورا ادب ہیں! اور کیا فتوے دیے ہیں حضرت موصوف نے جن پر خامہ فرسائی وقت اور الفاظ کے ضیاع و زیاں کے سوا کچھ نہیں۔
جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا کہ پیش لفظ نگار نے تنقید کے چند شرائط عائد کی

اسی طرح وہ شاعر کے لیے ضروری ہیں" کہہ کر مزید احکام صادر فرما رہے ہیں (اگرچہ غیر ادیب ہونے کے سبب اس کا انھیں حق نہیں) کہ وہ اول متروکات، دوم معائب اور سوم محاسن کا خاص خیال رکھیں۔ اس تحریر کو پڑھنے والے (اگر واقعی وہ پائے جاتے ہوں) یہ نہ سمجھیں کہ صرف متروکات، معائب اور محاسن کے تین ہی الفاظ شعرا کو یاد رکھنے ہیں بلکہ ان تین کے تحت کم نہ زیادہ پوری پچیس گھاٹیاں ہیں جن سے شعرا کو بچنے کی ایم اے میسور یونیورسٹی نے تاکید فرمائی ہے۔ شکر ہے کہ انھوں نے صرف ان گھاٹیوں کے نام گنانے ہی پر اکتفا کیا ہے ورنہ ہر گھاٹی کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی پر کم علم قارئین کو سبق پڑھانے سے انھیں کون روک سکتا تھا۔

پیش لفظ کے آخری پیراگراف میں مصنف کے ممدوح مصنف کی تنقیدی سخت گیری کی وکالت کرتے ہوئے اسے بجا ٹھہراتے ہیں کہ شاعری کے ایسے لیوکچوڑ خوردبینی مطالعے سے جو معائب و اسقام ظاہر ہوتے ہیں، ان کی شناخت ہو جانے کے بعد شاعروں کو ان سے بچنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ شاید ایسا ممکن ہو لیکن آخری سطر میں وہ مصنف کے ایسے رویّے کو خشونت اور تشدد پسندی سے بھی تعبیر کرتے اور کھلے دل سے اس رویّے کی حمایت بھی کرتے نظر آتے ہیں۔

دلپس نوشت" درجن بھر غیر معروف شاعروں کے، ان سے بھی زیادہ غیر معروف شعری مجموعوں کا مصرع بہ مصرع مطالعہ ہے۔ ایک دو مقام کے سوا مصنف نے عروض اور عیوبِ اشعار میں پائی جانے والی خامیوں کی نشان دہی کی ہے اور ایسا کرتے ہوئے بڑا سخت لہجہ اختیار کیا ہے گویا مرے ہوؤں کو دُرّے مار رہے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ بتاتا ہے (اور یہ اعتراف ضروری ہے) کہ ڈاکٹر موصوف نے نوّے فیصد سے زیادہ سچی باتیں کہی ہیں مگر بات کہنے کا ان کا انداز استادانہ سے زیادہ محتسبانہ اور جلادانہ ہو گیا ہے (اے شیخ، گفتگو تو دلنوازانہ چاہیے) کچھ باتیں جو ان کے نوّے فیصد سچ میں نہیں آتیں، یہاں

ان پر چند معروضات پیش ہیں۔

لفظ "متلاشی" کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے "ت" کو آپ نے (یعنی مصنف نے) ساکن باندھ دیا ہے جبکہ یہ متحرک ہے یعنی "مُ تَ لاشی"۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لفظ "ت" ساکن ہو کر متحرک، دونوں صورتوں میں غلط محض ہے۔ لفظ "تلاش" فارسی ہے، اس میں عربی سابقہ "م" جوڑ کر عربی کے انداز میں "متلاشی" (یعنی تلاش کرنے والا) بنا لیا گیا ہے۔ اگر یہ واقعی عربی ہوتا تو ساکن متحرک کی بحث کی جا سکتی تھی۔ یہ موضوعی لفظ اردو ہے اس لیے اسے ساکن یا متحرک کسی بھی طرح نظم کیا جا سکتا ہے۔ ایک بات اور یہ کہ ڈاکٹر انجم نے حرف "ت" کو بطور مذکر لکھا ہے (ملاحظہ کیجیے فقرہ: اس لفظ کے ت کو) جبکہ یہ مؤنث ہے۔

"ماہِ جبین / نورِ زمین / خوابِ حسین" جیسی ترکیبوں کے حوالے سے موصوف فارسی کا یہ اصول ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ "علمائے زبان نے نونِ اعلانیہ کے ساتھ ایسی ترکیبوں کو غیر فصیح قرار دیا ہے۔" عرض ہے کہ اس اصول کی پابندی تو خود فارسی والے نہیں کرتے۔ اردو میں بے شمار ترکیبیں "اعلانِ نون" کے ساتھ اساتذہ نے استعمال کی ہیں۔ اگر ایسا استعمال غلط یا غیر فصیح ہے تو آپ صحیح اور فصیح لکھنے والے موصوف صاحب نے "علمائے زبان" کیوں لکھوا؟ اسے "علمائے زباں" لکھیے۔ ایک مثال غالب کی اگر آپ قبول کریں تو اس غیر فصیح استعمال کی پیش ہے: "نافِ زمین" ہے نہ کہ نافِ غزال ہے۔ دیگر بہت سی مثالوں کے لیے ملاحظہ کیجیے دیوانِ غالب۔

سمجھنا مت، کوئی میرا خدا نہیں
وہ مجھ میں ہے مگر مجھ سے جدا نہیں

کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ اس مطلعے میں "خدا / جدا" قافیوں میں ایطا کا عیب ہے۔ ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ حرفِ روی سے پہلے آنے والے حرف کی صوتی حرکت میں فرق نہیں پایا جاتا یعنی خدا کی "خ" اور "جدا" کی "ج" پر ضمہ / پیش کی حرکت ہے۔ اگر یہ حرکت مختلف ہوتی مثلاً "خدا" کا قافیہ "صدا" کو بنایا جاتا تو مذکورہ عیب رونما ہو جاتا۔ مزید یہ کہ فقرے "اس مطلعے کا" میں "مطلعے" کی بجائے "مطلع" لکھنا چاہیے کیونکہ "ع" کا امالہ نہیں ہوتا۔ اور اس شعر کے دوسرا

مصرع میں اس کی ساری خرابی پائی جاتی ہے جس کی طرف مصنف موصوف نے توجہ نہیں دی۔

فرماتے ہیں: "عصر حاضر کا ادب بالخصوص شعریات زبان و فن کے اعتبار سے اپنی اقدار و روایات سے منحرف ہوتی جا رہی ہیں۔" اس جملے میں "شعریات" کے معنی کیا ہیں؟ ڈاکٹر صاحب اسے "عصر حاضر کے ادب" سے جوڑتے ہیں یعنی شعریات کا تعلق اس ادب سے ہے جسے "بالخصوص" کہہ کر ادب سے الگ بھی کر دیتے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ "ادب و شعر" کی ترکیب کا "شعر" یعنی شاعری ہی ان کے لیے شعریات ہے۔ وہ اسے بطور جمع خیال کرتے ہیں (شعریات ـــــ منحرف ہوتی جا رہی ہیں)۔ اسے موصوف کی لاعلمی ہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ علمی اصطلاح شعریات کو کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ شعریات (واحد) شعر کی جمع نہیں بلکہ شاعری/افسانہ/ناول/تنقید وغیرہ کے تخلیقی/تنقیدی اصولوں کے نظام کا نام ہے۔ افسانے کی شعریات اور داستان کی شعریات تو خیر ہوتی ہی ہے۔ تعمیرات/مصوری/موسیقی/پینٹنگ وغیرہ کی شعریات کے معروف تصورات ہیں جن سے ڈاکٹر موصوف (اور ان کے مداح و پس لفظ نگار) لاعلم ہیں۔

ڈاکٹر اشفاق انجم کے لیے یہ ایک نزاعی مسئلہ ہے کہ حضور اقدس کے لیے ضمیر تخاطب "تو" استعمال نہ کی جائے۔ آپ اس قسم کے استعمال کے سخت مخالف ہیں اور ممکن ہے کہ اس تعلق سے آپ کی دلیل آپ کی نظروں میں صحیح ہو مگر

میں سنگ کوئے لحد ہوں، تجھے معلوم ہے
میں کہاں کبھو کا ہوں، اے دنیا، تری توقیر کا

اس شعر میں تو حضور سے خطاب بھی نہیں کیا بیچارے شاعر نے! مگر آپ اسے اپنی لتاڑ پھٹکار کا مستحق کیوں سمجھ رہے ہیں؟ آگے کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ آپ (یعنی شاعر) نے کبھی بھی اپنے والد مرحوم کو "تو" کہہ کر مخاطب نہیں کیا ہوگا۔ یہاں شاعر کا اپنے مرحوم باپ کو مخاطب کرنا محل نظر ہے۔

ایک جگہ کہتے ہیں: "سولہ سنگھار تو سنا ہوگا اس کا مطلب جانتی ہو؟ (یہ تخاطب ایک شاعرہ سے ہے) یہ سولہ طرح کے زیورات ہیں۔ تمھاری معلومات اور دلچسپی کے لیے ان کی وضاحت بھی کیے دیتا ہوں۔"

آگے سونے چاندی کے زیورات کی فہرست ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس
میں ڈاکٹر صاحب کی معلومات یوں ہی سی ہے کیونکہ آپ نے صرف نو زیورات
کے نام لکھے ہیں اور انھیں سولہ یاد کر لیا ہے۔ ان نو میں بھی چند کے نام
تکرار سے آئے ہیں۔ اگر آپ کو اپنی معلومات ہی جتانا تھی تو کسی لغت میں
سولہ سنگھار کے معنی دیکھ کر لکھ دیتے۔ تب آپ کو معلوم ہوتا کہ اس
ترکیب کے معنی زیورات کے علاوہ جسمانی سجاوٹ کی اور چیزوں کو بھی محیط
ہیں (سر منہ، مسی، کاجل، کنگھی چوٹی، مانگ چوٹی، گہنے، کپڑے، چوڑی، مہندی
وغیرہ: بحوالہ فرہنگ آصفیہ جلد دوم)
کسی دور ادبی تحریکوں کی اہمیت اور ضرورت پر سبق پڑھاتے ہوئے
ڈاکٹر صاحب نے ترقی پسندی، جدیدیت اور مابعد جدیدیت پر چند سطریں
سپرد قلم فرمائی ہیں۔ اسی ذیل میں کہتے ہیں کہ ادب اسلامی کوئی تحریک نہیں
کیونکہ اس کا باقاعدہ کوئی منشور ہے نہ کوئی فکری نہج۔ یہ تو حق و صداقت
سے طوطا چشمی کے مترادف ہے۔ ادارۂ ادب اسلامی ایک مخصوص فکری نہج اور
ادب کے ذریعے اسلامی اقدار و افکار کی ترویج کے مقصد کے ساتھ نصف صدی
سے زیادہ مدت سے ادبی تحریک کا علم بلند کیے ہوئے ہے۔ آپ نے خود اپنے
شہر میں ادب اسلامی کے تحت ہونے والے ادبی جلسوں اور نشستوں میں
غزلیں سنائیں اور اپنے تنقیدی افکار کا اظہار کیا ہے۔ آپ کے قصیدہ گو
پیش رفت نگار نے آپ کی اس گراں قدر تنقیدی تصنیف میں ڈاکٹر علیم کی
مرحوم کی خوب ستائش کی ہے۔ وہ کون تھے؟ کیا آپ نہیں جانتے
کہ وہ ادارۂ ادب اسلامی (ہند) کے ارکان عاملہ میں شمار کیے جاتے ہیں!

09890331137
323 Mangalwar ward
Malegaon- 423203
MS